فکر و نظر........... اسلام آباد　　　　جلد: ۴۸　　شمارہ: ۴

تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب　:　نقدِ فراہی

مؤلف　:　محمد رضی الاسلام ندوی

ناشر　:　مکتبۂ اسلام،نشیمن مارکیٹ ، میڈیکل کالج روڈ- علی گڑھ- ۲۰۲۰۰۲

سالِ اشاعت:　۲۰۱۰ء

ضخامت　:　۲۱۶ صفحات

قیمت　:　ایک سو ہندوستانی روپے

تبصرہ نگار　:　سفیر اختر•

مولانا سیّد سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء) نے مولانا حمید الدین فراہی (۱۸۶۳-۱۹۳۰ء) کی رحلت پر اپنے پُردرد تعزیتی شذرے میں اوّلاً اس بات پر افسوس کا اظہار کیا تھا کہ ان کا علم اُن کے سینے سے سفینے میں بہت کم منتقل ہوا۔ ثانیاً ''دنیا اُن کی قدرومنزلت نہ پہچان سکی، اور اُن کے فضل و کمال کی معرفت سے نا آشنا رہی۔'' زمانے کے اِس رویے پر اظہارِ تاَسف کے لیے اُنھوں نے نظیری نیشاپوری کا یہ شعر بھی لکھا تھا:

تو نظیری زفلک آمدہ بودی چو مسیح　　　باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

مگر آج مولانا فراہی کے غیر مطبوعہ مسودات کی ترتیب و تدوین اور اُن کی تحریروں کے تراجم کی اشاعت، نیز اُن کے فکر و دانش کے منتخب پہلوؤں پر جو کتب و مقالات شائع ہو رہے ہیں، انھیں دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ اُن کی پذیرائی میں اب زمانہ کوئی بخل نہیں برت رہا، اور اُن کے حینِ حیات اعترافِ عظمت میں جو کمی رہ گئی تھی، اس کی تلافی ہو رہی ہے ۔ مولانا فراہی کی رحلت کے بعد پچاس برس کے عرصے میں جو کچھ لکھا گیا، ''کتابیاتِ فراہی'' (مرتبہ ظفر الاسلام اصلاحی ، علی گڑھ: ادارۂ علوم القرآن ، ۱۹۹۱ء) کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق اس سے کہیں زیادہ صرف ۱۹۸۰ء کی دہائی میں لکھا گیا ہے ، اور ''اُردو رسائل کے قرآنی مضامین کا اشاریہ'' (مرتبہ ابو سفیان اصلاحی، علی

• سابق چیف ایڈیٹر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

گڑھ: ادارۂ علوم القرآن، ۲۰۰۵ء) سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۹۰ء کی دہائی، اور اگلے چار برسوں میں مطالعۂ فراہی کے ذخیرے میں صرف قرآنیات کے حوالے سے کم از کم ۲۳ مقالات کا اضافہ ہوا۔ اسی عرصے میں مولانا فراہی کی سوانح عمری ''ذکرِ فراہی'' (مؤلفہ شرف الدین اصلاحی) پہلے ہندوستان اور پھر پاکستان سے شائع ہوئی (لاہور: دارالتذکیر، ۱۹۹۷ء)۔ مشاہیر کے نام اُن کے خطوط سامنے آئے (ماہنامہ ''اشراق''، لاہور: مئی ۱۹۹۲ء)، نیز ایک مجموعہ بعنوان ''مشاہیر کے خطوط، امام حمید الدین فراہی کے نام'' سے شائع ہوا۔ (لاہور : دارالتذکیر، ۱۹۹۷ء)

مولانا حمید الدین فراہی کے مطالعۂ قرآن کے جو حاصلات اُن کی زندگی میں شائع ہوئے، عربی میں ہونے کے باعث زیادہ عام تو نہ ہو سکے تھے، تاہم اہل علم کے حلقوں میں اُن کی تحسین و ستائش کی گئی۔ اُن کی ''تفسیر سورۃ الفیل'' (اولیں اشاعت، اعظم گڑھ: مطبعہ معارف، ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) کے شائع ہونے پر کچھ حیرت و استعجاب اور کچھ اختلاف کا اظہار کیا گیا۔ مولانا فراہی نے ''تفسیر سورۃ الفیل'' میں یہ منفرد رائے اختیار کی تھی کہ لشکرِ ابرہہ کا اہلِ مکہ نے مقابلہ کیا تھا، اور ابابیل لشکر پر سنگ باری کے لیے نہیں، بلکہ لشکر میں شامل حملہ آوروں کی لاشیں کھانے کے لیے آئے تھے، (دیکھیے: ابواللیث شیر محمد ندوی، ''تفسیر سورۃ الفیل''، ماہنامہ ''ترجمان القرآن''، حیدر آباد دکن، جمادی الاخریٰ ۱۳۵۴ھ، صفحات ۴۷۰ -۴۷۴، محمد عالم آسی امرتسری، سورہ فیل کی تفسیر اور علامہ فراہی، ماہنامہ ''شمس الاسلام''، بھیرہ، اکتوبر۔ نومبر ۱۹۳۸ء، صفحات۲-۷)۔ بعد میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی (م۱۹۶۲ء) نے ''قصص القرآن''(دہلی: ندوۃ المصنفین، ۱۹۶۵ء، طبع ہشتم ، صفحات ۳۷۶-۳۹۰) میں اور سیّد ابوالاعلیٰ مودودی نے ''تفہیم القرآن'' (لاہور:ادارہ ترجمان القرآن، طبع ہفتم، ۱۹۷۸ء، جلد ۲، صفحات ۴۶۱-۴۷۲) میں اُن کی مذکورہ شاذ رائے پر گرفت کی ہے، تاہم اِس نقد کے باوجود مولانا فراہی کے تلامذہ اور عقیدت مندوں میں سے بعض نے اُن کے زاویۂ نظر کو صائب خیال کرتے ہوئے اپنی اپنی تفسیری تالیفات میں اُن کی تائید کی ہے ۔

جناب محمد رضی الاسلام ندوی کے فکرِ فراہی سے متعلق زیر نظر مجموعۂ مقالات میں بھی اولیں مقالہ مولانا فراہی کی تفسیر سورۂ فیل ہی کے بارے میں ہے۔ باقی چار مقالات بالترتیب یہ ہیں:• تفسیری روایات• حدیث فہمی• حدیث کے موضوع پر ایک تصنیف – احکام الاصول باحکام الرسول• مناسکِ حج کی تاریخ۔

جناب محمد رضی الاسلام ندوی کے یہ مقالات جب یکے بعد دیگرے رسائل میں شائع ہوئے تو اُن کی طرح فکرِ فراہی کے مطالعہ کا ذوق رکھنے والے بعض اہل قلم نے اُن سے اختلاف کیا، اور انہیں اپنے زاویۂ نظر کی مزید وضاحت کا موقع ملا۔ ''نقدِ فراہی'' میں یہ مضامین خوب تر شکل میں یک جا کیے گئے ہیں۔

پہلے مقالے کا لب لباب یہ ہے کہ مولانا فراہی نے سورۃ الفیل کی تفسیر میں جو استدلال کیا ہے، وہ ''سراسر عقلی اور قیاسی ہے۔ تاریخ کے کسی واقعہ کے ثبوت کے لیے محض قیاس کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے تاریخی شہادت مطلوب ہوتی ہے ، لیکن ہمیں اس سلسلہ میں کوئی شہادت نہیں ملتی، بلکہ مولانا کی فرض کردہ صورت پر کئی اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔'' (ص ۴۲)

''نقد فراہی'' کے دوسرے مقالے کے مطابق ماضی و حال کے اکثر مفسرینِ کرام نے احادیثِ نبویؐ اور آثارِ صحابہؓ و تابعین میں بیان کردہ تفسیری روایات سے کم و بیش استفادہ کیا ہے ۔ محتاط مفسرین نے غث و سمین کے درمیان امتیاز بھی کیا ہے ۔ ضعیف اور موضوع تفسیری روایات کے پہلو بہ پہلو صحیح روایات کا بھی خاصا ذخیرہ ہے، مگر مولانا فراہی نے اِن روایات کو اتنی اہمیت نہیں دی، جتنی کی وہ مستحق ہیں۔ (صفحات ۷۹-۸۰)

مولانا فراہی کا مطالعہ کرنے والوں میں سے بعض نے کبھی دبے لفظوں میں، اور کبھی کُھل کر اُن کے انکارِ حدیث یا استخفافِ حدیث کا ذکر کیا ہے ، تاہم فکرِ فراہی کے نمائندہ افراد نے اِس کی ہمیشہ تردید کرنے کوشش کی۔ (دیکھیے: امین احسن اصلاحی، مولانا حمید الدین فراہی اور علمِ حدیث، ماہنامہ ''معارف''، اعظم گڑھ، فروری ۱۹۴۲ء، صفحات ۸۵-۱۰۲؛ مکرر اشاعت، ''مقالاتِ اصلاحی''، جلد دوم، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء صفحات؛ نیز دیکھیے: عبیداللہ فراہی کا مرتبہ مجموعۂ مقالات'' علامہ حمید الدین فراہی: حیات و افکار''، سرائے میر۔ اعظم گڑھ: دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح، ۱۹۹۲ء، صفحات ۲۲۳-۲۹۹)۔ جناب محمد رضی الاسلام ندوی نے مولانا فراہی کی حدیث فہمی کا جائزہ لیتے ہوئے واضح کیا ہے کہ مولانا نے اپنی تفسیر میں صحیح احادیث سے مدد لی ہے اور بعض احادیث کی تاویل کی ہے۔ اِس کے ساتھ اُنہوں نے ''بعض احادیث کی ایسی تشریح کی ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتی'' (ص ۱۲۷)، نیز کچھ احادیث کی صحت سے انکار کیا ہے ، اگرچہ یہ احادیث بخاری و مسلم نے روایت کی ہیں۔ محمد رضی الاسلام ندوی صاحب نے بطور حاصلِ مطالعہ لکھا ہے: ''یہ بات ضرور ملحوظ رہنی چاہیے کہ چند احادیث پر مولانا فراہی کے تبصرہ کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا کہ مولانا حدیث کو نہیں مانتے، سراسر غلط ہو گا۔

چند احادیث کی صحت سے انکار کرنا اور چیز ہے اور حدیث کو بہ حیثیت سنت اور بہ حیثیت دین اور ماخذِ شریعت نہ ماننا دوسری چیز ہے۔ اوّل الذکر کا دائرہ صرف غلطیوں تک محدود ہے، جب کہ مؤخرالذکر آدمی کو حلقۂ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔"(ص ۱۳۸)

حدیث کے موضوع پر ایک تصنیف کے عنوان سے جو تحریر زیرِ نظر مجموعے میں شامل ہے، یہ مولانا فراہی کی غیر مطبوعہ عربی کتاب "احکام الاصول با حکام الرسول" کے ان اقتباسات کا ترجمہ ہے جو ڈاکٹر معین الدین اعظمی نے ڈاکٹریٹ کے اپنے تحقیقی مقالے **الفراهی و اثره فی تفسیر القرآن** میں نقل کیے ہیں۔

مناسک حج کی تاریخ کے ذیل میں صفا و مروہ کے ما بین سعی و قربانی سے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب اور رمی جمار کے بارے میں مولانا فراہی اور اُن کے ایک دو معاصرین کی آراء پر نقد کیا گیا ہے، اور امتِ مسلمہ کے متداول و مقبول فہم ہی کو درست قرار دیا گیا ہے۔

مختصراً "نقد فراہی" کے مقالات میں جناب محمد رضی الاسلام ندوی نے مولانا فراہی کے چند شذوذ پر گرفت کی ہے، مگر ان کا زاویۂ نظر مخالفت اور ردِ فراہی سے زیادہ تفہیم کا ہے، تاہم اگر وہ اِس مجموعے میں اپنے وہ مقالات بھی شامل کر لیتے جن کا مواد اُن کے اپنے بقول "تمام تر مولانا فراہی کی تصانیف سے حاصل کیا گیا تھا"، تو نقد و نظر زیادہ متوازن ہو جاتا۔

ہندوستان کی مطبوعہ کتب پاکستان مین کم ہی بازار میں دستیاب ہوتی ہیں، تاہم "نقدِ فراہی" کتاب سرائے، اُردو بازار- لاہور سے حاصل کی جا سکتی ہے۔